جرح وتعدیل کے مباحث میں ائمہ محدثین کا عمومی منہج واسلوب

عبدالغفار*

رسول اللہ ﷺ کی احادیث کی حفاظت کے لیے محدثین کرامؒ نے مختلف علوم وفنون ایجاد کیے انہیں علوم میں سے ایک بہت اہم اور مشکل علم جرح وتعدیل ہے جس کے مختلف گوشے ہیں مثلا قانون جرح وتعدیل، ائمہ جرح وتعدیل، کتب جرح وتعدیل وغیرہ۔(۱)

ائمہ جرح وتعدیل کا منہج واسلوب بیان کرنے سے پہلے ذیل میں موضوع کو جرح وتعدیل کے معنی ومفہوم پر کچھ اجمالاً رقم کیا جاتا ہے تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو سکے۔

جرح وتعدیل کا معنیٰ:

جرح کے لغوی معنی ہوتے ہیں زخم لگانا، کاٹنا۔(۲) اور اصطلاح میں روایوں کو ایسی صفت سے متصف کرنے کو جرح کہا جاتا ہے۔جس سے ان کی روایت کمزور یا مردود ہو جائے۔

تعدیل کے لغوی معنٰی ہیں کسی چیز کو درست کرنا۔(۳) اور اصطلاح میں روایوں کو ایسی صفت سے متصف کرنے کو تعدیل کہتے ہیں جن سے ان کی روایت قابل قبول ہو۔(۴)

اصطلاحی مفہوم:

نواب صدیق حسن خانؒ اس علم کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"فھو علم یبحث فی أحوال الرواۃ من حیث قبول روایاتھم أو ردھا بالالفاظ مخصوصة و یرتب بفرق فی مراتب تلك الأ لفاظ۔" (۵)

''علم جرح وتعدیل، ایسے علم کو کہا جاتا ہے جس میں راویان حدیث پر بحیثیت ورود، مخصوص الفاظ کے ذریعہ گفتگو کی جائے اور ان الفاظ کے مراتب پر بحث کی جائے۔''

حاجی خلیفہ(م:۱۰۶۷ھ) حدیث کی اصطلاح میں جرح وتعدیل کی تعریف اس طرح بیان کرتے ہیں:

''یہ وہ علم ہے جس میں رواۃ پر جرح اور ان کی تعدیل کے لیے مخصوص الفاظ کے ساتھ بحث کی جاتی ہے۔''(۶)

* ماہر مضمون، علوم اسلامیہ، ایجوکیشن یونیورسٹی لاہور، پاکستان۔

شیخ عزالدین بلیق لکھتے ہیں:

''جرح وتعدیل یا علم میزان الرجال وہ علم ہے جو رواۃ کے احوال، ان کی امانت، ان کے ضبط اور ان کی عدالت نیز ان کی دروغ گوئی یا غفلت اورنسیان وغیرہ سے بحث کرتا ہےاور اس کی بنا پر حدیث کی صحت وضعف کاحکم لگایا جاتا ہے۔'' (۷)

جرح وتعدیل کی ضرورت اہمیت (شرعی نقطہ نظر سے):

جرح و تعدیل ایک دینی ضرورت ہے۔ اور فی نفسہ بہت اہم ضرورت ہے یہی وہ علم ہے جس نے انسانیت کوحقیقت پسندی کا گر سکھایا۔ یہی وہ علم ہے جوحدیث مبارکہ کی حفاظت کا ضامن ہے، اس علم کا واحد مقصد شرعیت کی حفاظت کرنا ہے نہ کہ کسی کی برائی یا غیبت کرنا،شریعت میں اس کے جواز کے دلائل موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَ کُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا(۸)

''جب کوئی فاسق شخص تمہارے پاس خبر لے کرآئے تو اس کی تحقیق کرو۔''

یہاں فاسق کی راویت کی چھان بین کرنے اوراس پرفسق کاحکم لگانے کی اجازت دی گئی ہے جو جرح کی ایک تعبیر ہے۔

مذکورہ بالا آیت مبارکہ کی تفسیر میں امام خازنؒ فرماتے ہیں: (م-۸۴۱ھ)

"اطلبو بیان الأمر وانکشاف الحقیقة ولا تعتمدوا علی قول الفاسق۔" (۹)

''معاملات کی وضاحت اورحقیقت کا انکشاف طلب کرواور فاسق کی خبر پراعتماد نہ کرو۔''

امام ثعلبیؒ کہتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" التثبت من الله والعجلة من الشیطان۔" (۱۰)

اگر فاسق کےفسق کو بیان کیا جا سکتا ہےتو عادل کی عدالت کوبھی بیان کیا جا سکتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے مختلف اوقات میں کسی کی تعریف کی ہے۔ جیسے:"نعم الرجل عبدالله۔" (۱۱)

اورکسی کی تنقیص کی ہے جیسے:"بئس اخو العشیرة۔"

جوجرح وتعدیل کے مترادف ہے۔

ائمہ دین نے بھی اس کی اجازت دی ہے۔ امام مسلمؒ فرماتے ہیں:

''محدثین عظام نے عظیم خطرات کے پیش نظر راویوں پر کلام کرنے کی اجازت دی ہے اس لیے کہ

حلال وحرام کی معرفت کا دارو مدار انہیں پر ہے۔'' (۱۲)

امام یحییٰ بن سعید قطان (۱۸۹ھ) سے جب کسی نے یہ سوال کیا کہ کیا آپ کو اس کا خوف نہیں کہ قیامت کے دن یہ لوگ (جن پر آپ نے جرح کی ہے) آپ کے مدمقابل ہوں گے؟ انہوں نے فرمایا کہ:

''اگر یہ لوگ میرے مدمقابل ہوں یہ کہیں زیادہ بہتر ہے اس سے کہ رسول اللہ ﷺ قیامت کے دن میرے مقابل بحیثیت مدعی ہوں اور آپ ﷺ فرمائیں کہ جب میرے اوپر جھوٹ گھڑا جا رہا تھا اس وقت تم نے میرا دفاع کیوں نہیں کیا۔'' (۱۳)

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ:

باتفاق علماء یہ دینی فریضہ ہے۔ غیبت میں اس کا شمار نہیں ہے۔ عقل وخرد کا تقاضا بھی ہے کہ جب دنیوی اغراض کے لیے گواہوں پر جرح کی جاسکتی ہے تو دین کی حفاظت کے لیے راویوں پر بدرجہ اولیٰ جرح کی جاسکتی ہے۔ (۱۴)

علم الجرح وتعدیل کی تدوین:

حدیث کے راوی جب تک صحابہ کرامؓ تھے اس فن کی ضرورت نہ تھی وہ سب کے سب عادل تھے۔ کبار تابعین بھی علم وتقویٰ کی وجہ سے عادل تھے اس لیے رجال الحدیث کی باضابطہ جانچ پڑتال کی ضرورت نہ تھی لیکن فتنوں اور بدعات کی وجہ سے اس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ جانچ پڑتال کی جائے۔ عبداللہ بن عباسؓ کی بہت سی مرویات کے بارے میں کہہ چکے تھے کہ یہ بات حضرت علیؓ نے کبھی نہ کہی ہوگی صحابہ کرامؓ کے بعد تابعین میں حسن بصریؒ ۱۱۰ھ سے علم اسماء الرجل کی ابتدا ہوتی ہے۔

امام حاکمؒ نیشاپوری (۴۵۵ھ) وغیرہ رواۃ کے طبقہ اولیٰ میں حضرت ابو بکرؓ (۱۳ھ) عمر بن خطاب (۲۳ھ) علیؓ بن ابی طالب (۴۰ھ) زید بن ثابتؓ (۴۵ھ) وغیرہم کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"قد جرحوا و بحثوا عن صحة الروايات و سقيمها۔" (۱۵)

حافظ ابن عدی بن صامت (۳۴ھ)، عبداللہ بن سلام (۳۴ھ)، عائشہ صدیقہ (۵۸ھ) ابوہریرہ (۵۹ھ)، عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ (۶۵ھ)، عبداللہ بن عباسؓ (۶۸)، عبداللہ بن عمرؓ (۷۳ھ)، انس بن مالکؓ (۹۳ھ) شامل ہیں۔ (۱۶)

پھر تابعین، تبع تابعین اور محدثین کا دور شروع ہوتا ہے۔

حافظ ابن الصلاح فرماتے ہیں:

''صالح بن محمد الحافظ جزرہ سے مروی ہے کہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے رجال میں کلام کیا وہ شعبہ بن الحجاج (۱۶۰ھ) پھر یحیٰی بن سعید القطان (۱۹۸ھ) نے ان کی پیروی کی پھر ان کے بعد احمد بن حنبل (۲۴۱ھ) اور یحیٰی بن معین (۲۳۳ھ) نے کلام کیا مگر میں کہتا ہوں کہ شعبہ بن الحجاج وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے جرح وتعدیل کو باضابطہ معین کیا ورنہ جرح وتعدیل سے متعلق کلام تو ان سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور تبع تابعین سے ثابت ہے۔'' (۱۷)

تابعین میں سے درج ذیل نے اس میں نمایاں حصہ لیا۔

سعید بن المسیبؒ (۹۳ھ)، علی بن الحسین بن علیؒ (۹۴ھ) عرف بن الزبیرؒ) (۹۴ھ)، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰنؒ بن عرف (۹۴ھ)، ابوبکر بن عبدالرحمٰن (۹۴ھ)، ابراہیم النخعیؒ (۹۵ھ)، سعید بن جبیرؒ (۹۵ھ)، عبیداللہ بن عتبہ بن مسعودؒ (۹۸ھ)، ابوعثمان الہندیؒ (۱۰۰ھ)، خارجہ بن زید بن ثابتؒ (۱۰۰ھ)، طاؤس بن کیسانؒ (۱۰۶ھ)، قاسم بن محمد بن ابی بکرؒ (۱۰۶ھ)، سالم بن عبداللہ بن عمرؒ (۱۰۶ھ)، سلیمان بن یسارؒ (۱۰۷ھ)، حسن البصریؒ (۱۰۶ھ)، محمد بن سیرینؒ (۱۱۰ھ)، امام زہریؒ (۱۲۴ھ)، سعد بن ابراہیمؒ (۱۲۵ھ)، ایوب السجستانیؒ (۱۳۱ھ)، یحیٰی بن سعید الانصاریؒ (۱۴۳ھ)، ہشام بن عروہؒ (۱۴۶ھ)، اعمشؒ (۱۴۸ھ)، ابوحنیفہؒ (۱۵۰ھ)، معمر بن راشد (۱۵۳ھ)، ہشام دستوانی (۱۵۴ھ)، اوزاعیؒ (۱۵۶ھ)، شعبہ بن الحجاجؒ (۱۶۰ھ)، سفیان الثوریؒ (۱۶۱ھ)، عبد العزیز الماجشونؒ (۱۶۴ھ)، حماد بن سلمہؒ (۱۶۷ھ)، حماد بن زیدؒ (۱۵۷ھ)، لیث بن سعدؒ (۱۷۵ھ)، مالک بن انسؒ (۱۷۹ھ)، عبداللہ بن مبارکؒ (۱۸۱ھ)، ہشیم بن بشیرؒ (۱۸۳ھ)، المعافی بن عمران الموصلیؒ (۱۸۴ھ)، ابواسحاق الفرازیؒ (۱۸۵ھ)، بشیر بن المفضلؒ (۱۸۷ھ)، یحیٰی بن سعید القطانؒ (۱۸۹ھ)، ابن علیہؒ (۱۹۳ھ)، ابن وہبؒ (۱۹۷ھ)، وکیع بن الجراحؒ (۱۹۷ھ)، سفیان بن عینیہؒ (۱۹۸ھ)، عبدالرحمٰن بن مہدیؒ (۱۹۸ھ)، ابوداؤد الطیالسیؒ (۲۰۳ھ)، محمد بن ادریس الشافعیؒ (۲۰۴ھ)، یزید بن ہارونؒ (۲۰۶ھ)، ابوعاصم النبیل بن مخلدؒ (۲۱۰ھ)، عبدالرزاق بن ہمامؒ (۲۱۱ھ)، محمد بن یوسف الفریابیؒ (۲۱۲ھ)، عبدالاعلیٰ بن مسہرؒ (۲۱۸ھ)، ابوبکر عبداللہ بن الزبیر بن عیسیٰ الحمیدیؒ (۲۱۹ھ)، عبداللہ بن سلمہ القعنبیؒ (۲۲۱ھ)، ابوعبید القاسم ابن سلام (۲۲۴ھ)، یحیٰی بن یحیٰی النیسابوریؒ (۲۲۶ھ)، ابوالولید الطیالسیؒ (۲۲۷ھ)، محمد بن سعدؒ (۲۳۰ھ)، عبداللہ بن عون الخزارؒ (۲۳۲ھ)، یحیٰی بن معینؒ (۲۳۳ھ)، علی بن المدینیؒ (۲۳۴ھ)، ابوخیثمہ زہیر بن حربؒ (۲۳۴ھ)، ابوجعفر عبیداللہ بن محمد بن علی بن نفیلؒ (۲۳۴ھ)، محمد بن عبداللہ بن نمیرؒ (۲۳۴ھ)، ابوبکر بن ابی شیبہؒ (۲۳۵ھ)، عبید اللہ بن عمر القواریریؒ

(۲۳۵ھ)، اسحاق بن راہویہؒ (۲۳۸ھ)، اسحاق الکوسج، خلیفہ بن خیاط العصفریؒ (۲۴۰ھ)، احمد بن حنبلؒ (۲۴۱ھ)، ابوجعفر محمد بن عبداللہ عمار الموصلیؒ (۲۴۲ھ)، ہارون بن عبداللہؒ (۲۴۳ھ)، احمد بن صالح الطبریؒ (۲۴۸ھ)، ابو عبداللہ بن البرقیؒ (۲۴۹ھ)، عبداللہ بن عبد الرحمٰن الدارمیؒ (۲۵۵ھ)، امام بخاریؒ (۲۵۶ھ)، محمد بن یحییٰ الذہلیؒ النیسابوری (۲۵۸ھ)، امام مسلمؒ (۲۶۱ھ)، احمد بن عبداللہ العجلیؒ (۲۶۱ھ)، بقی بن مخلد، ابوزرعہ الرازیؒ (۲۶۴ھ)، ابوداؤد سجستانیؒ (۲۷۵ھ)، ابوحاتم الرازیؒ (۲۷۷ھ)، عبدالرحمٰن بن یوسف بن خراش البغدادی، ابراہیم بن اسحاق الہرویؒ (۲۸۵ھ)، محمد بن وضاح قرطبی، ابوبکر بن ابی عاصمؒ (۲۸۷ھ)، عبداللہ بن احمد بن حنبلؒ (۲۹۰ھ)، ابوبکر البزارؒ (۲۹۲ھ)، صالح الجزرہؒ (۲۹۳ھ)، محمد بن نصر المروزیؒ (۲۹۴ھ)، نسائیؒ (۳۰۳ھ)، الدولابیؒ (۳۱۰ھ)، ابوجعفر العقیلیؒ (۳۲۲ھ)، ابن ابی حاتمؒ (۳۲۷ھ)، ابن حبان البستیؒ (۳۵۴ھ)، ابن عدی الجرجانیؒ (۳۶۵ھ)، ابوجعفر محمد بن عثمان بن ابی شیبہؒ، ابوبکر الفریابیؒ، البردیجیؒ، ابویعلی الموصلیؒ، حسن ابن سفیانؒ ابن خزیمہؒ، ابن جریر الطبریؒ، ابوعروبہ الحرانی، ابوالحسن احمد بن عمر بن جوصاؒ، ابوطالب احمد بن نصر البغدادیؒ ابن عقدہ، عبدالباقیؒ، ابن قانعؒ، ابوسعید بن یونسؒ، طبرانیؒ، ابوعلی الحسین بن محمد الماسرجسیؒ، ابوعلی الحسین النیسابویؒ (۳۶۵ھ)، ابوالشیخ بن حبانؒ (۳۶۹ھ)، ابوبکر اسماعیلیؒ (۳۷۱ھ)، ابواحمد الحاکمؒ (۳۷۸ھ)، دارقطنیؒ (۳۸۵ھ)، (آپ پر معرفۃ العلل کی ریاست ختم ہو جاتی ہے پھر بعد کے طبقہ میں) ابوعبداللہ ابن مندہؒ (۳۹۵ھ)، ابونصر الکلاباذیؒ (۳۹۸ھ)، ابومسعود الدمشقیؒ (۴۰۰ھ)، خلف بن محمد الواسطیؒ (۴۰۱ھ)، ابومطرف عبدالرحمٰن بن فطیس قرطبیؒ (۴۰۲ھ)، ابوعبداللہ الحاکمؒ (۴۰۵ھ)، عبدالغنی بن سعیدؒ (۴۰۹ھ)، تمام الرازیؒ، محمد ابن ابی الفوارس بغدادیؒ (۴۱۲ھ)، ابوبکر بن مردویہؒ (۴۱۶ھ)، ابوبکر البرقانیؒ (۴۲۵ھ)، ابوحازم العبدویؒ، ابوالقاسم حمزہ السہمیؒ، ابویعقوب القراب الہروی، ابوذر الہروی، ابوالفضل الفلکیؒ، (۴۳۸ھ)، حسن بن محمد الخلال بغدادیؒ، (۴۳۹ھ)، ابوعبداللہ الصوری، ابویعلی الخلیلیؒ (۴۴۶ھ)، ابوسعد السمان، ابن حزم اندلسیؒ (۴۵۶ھ)، بیہقیؒ (۴۵۸ھ)، ابن عبدالبرؒ (۴۶۳ھ)، خطیب بغدادیؒ (۴۶۳ھ)، ابوالقاسم سعد بن محمد الزنجانی، شیخ الاسلام الانصاری، ابوالولید الباجیؒ (۴۷۴ھ)، ابوصالح المؤذن، ابن ماکولاؒ (۴۷۵ھ)، ابوعبداللہ الحمیدیؒ (۴۸۸ھ)، ابن مفوز المعافری، ابوالفضل ابن طاہر المقدسیؒ (۵۰۷ھ)، شجاع بن فارس الذہلیؒ، المؤتمن بن احمد بن علی الساجیؒ (۵۰۷ھ)، ابوعبداللہ بن الفخار المالقی، ابوالقاسم السہیلی، شیرویہ الدیلمی الہروی، ابوعلی غسانی، ابن ناصر السلامی، قاضی عیاض، السّلفی، ابوالقاسم ابن عساکرؒ (۵۲۳ھ)، بن بشکوالؒ (۵۷۸ھ)، ابوموسی المدینیؒ (۵۸۱ھ)، عبدالحق اشبیلی، ابوبکر حازمیؒ (۵۸۴ھ)، ابن الجوزیؒ (۵۹۷ھ)، عبدالغنی المقدسیؒ (۶۰۰ھ)، الرہاوی، ابن مفضل المقدسیؒ (۶۱۶ھ)، ابن الانماطیؒ (۶۱۹ھ)، ابوشامہؒ (۶۲۵ھ)، ابن

الدبیثی، ابن خلیل الدمشقی، ابوبکر بن خلفون الازدی، ابن النجار، ابو البقاء خالد بن یوسف النابلسی، ابن الصابونی، الدمیاطی، ابن الظاہری، الدالصدر، ابن جرج، عبیدالاسعردی، ابن الابار، ابن العدیم، ابن نقطہؒ (۶۲۹ھ)، ابوعبداللہ البرزالیؒ (۶۳۶ھ)، الصریفینیؒ، رشید العطار، ابوالحسن ابن القطانؒ (۶۳۸ھ)، ابن الصلاحؒ (۶۴۳ھ)، الزکی المنذریؒ (۶۵۶ھ)، ابن دقیق العیدؒ (۷۰۲ھ)، سعد الدین الحارثی، اشرف المیدومی، ابن تیمیہؒ (۷۲۸ھ)، مزیؒ (۷۴۲ھ)، ابن سید الناس، ابوعبداللہ بن ایبک، ذہبیؒ (۷۴۸ھ)، صفی الدین قرانی، ابن البرزالی، قطب الحلبی، شہاب بن فضل اللہؒ (۷۴۹ھ)، مغلطاویؒ (۷۶۳ھ)، شریف الحسینی الدمشقی، زین الدین عراقیؒ (۸۰۶ھ)، ولی العراقی، برہان الدین الحلبیؒ (۸۴۱ھ) اورابن حجرعسقلانیؒ (۸۵۲ھ) وغیرہم نے بھی اپنے اپنے ادوار میں حسب استطاعت فن جرح وتعدیل کی خدمت سرانجام دی ہے۔فجزاهم الله أحسن الجزاء

سلف وصالحین کی یہ یادگار فہرست اس بات کی واضح دلیل ہے کہ جرح وتعدیل کے جواز پر قرن اول سے آج تک پوری امت متفق رہی ہے۔

ائمہ محدثین کا عمومی منہج واسلوب:

امام مسلمؒ (۲۶۱ھ) کا منہج:

علمائے سلف وخلف صرف انہیں اخبار کو احادیث نبوی ﷺ کا درجہ دیتے ہیں جو کہ ثقہ راویوں سے مروی ہوں، امام مسلم نے اس بارے میں ایک باب یوں باندھا ہے۔

"باب وجوب الرواية عن الثقات وترك الكذابين والتحذير من الكذب على رسول اللهؐ۔"

اوراس کے تحت فرماتے ہیں:

"اعلم وفقك الله أن الواجب على كل أحد عرف التمييز بين صحيح الروايات وسقيمها وثقات الناقلين لها من المتهمين أن لا يروى منها الا ما عرف صحة مخارجه والستارة فى ناقليه وأن يتقى منها ما كان عن أهل التهم والمعاندين من اهل البدع۔" ۱۸)

امام مالکؒ (۱۶۹ھ) کا منہج:

امام مالکؒ م-۱۶۹ھ نے رواۃ کی جرح وتعدیل کے لیے نہایت دقیق منہج وضع کیا ہے۔فرماتے ہیں:

چارطرح کے آدمیوں سے علم حدیث حاصل کرنا جائزنہیں۔

۱۔بے وقوف:

جس کی بے وقوفی ظاہر ہوخواہ وہ بہت زیادہ روایت کرنے والا ہو۔

۲۔جھوٹا:

جو عام گفتگو میں جھوٹ بولتا ہو (جب اس کے متعلق یہ تجزیہ ہو جائے) اگرچہ اس پر جھوٹ بولنے کا اتہام نہ بھی ہو۔

۳۔ بدعتی:

جو لوگوں کو اپنی بدعت کی طرف بلائے۔

۴۔ ایسا شخص جو بڑا افضل اور عبادت گزار ہو مگر جو حدیث بیان کر رہا ہے اسے نہ جانتا ہو۔۱۹)

امام محمد بن یوسفؒ (م-۲۱۲ھ) فرماتے ہیں کہ سفیان ثوریؒ فرماتے تھے:

''فلاں ضعیف ہے اور فلاں قوی ہے اور فلاں سے روایت مت لو۔'' (۲۰)

امیر المومنین فی الحدیث امام شعبہ بن الحجاج (م-۱۶۰ھ) کا منہج واسلوب:

اسماء الرجال میں سب سے پہلے امام شعبہؒ نے کلام کیا آپ چارسو کے قریب تابعین سے روایت لی ہے اس فن کے عمائدین میں شامل ہیں۔

امام شعبہؒ فرماتے ہیں:

"انظر عمن تکتبون۔" (۲۱)

''دیکھا کرو تم کس سے حدیث لکھ رہے ہو۔''

امام شعبہؒ سے دریافت کیا گیا کہ کسی آدمی کی روایت کب ترک کی جائے تو انہوں نے فرمایا:

۱۔ جب کوئی معروف لوگوں سے ایسی بات روایت کرے جسے معروف لوگ جانتے نہ ہوں۔

۲۔ جب کوئی بہت زیادہ غلطیاں کرے۔

۳۔ جب کسی پر جھوٹ کی تہمت ہو۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ صحابہ کرامؓ اور تابعین کے عہد میں جرح وتعدیل کا ابتدائی ثبوت تو ملتا ہے لیکن ایک باقاعدہ علم اور فن کی حیثیت اسے تبع تابعین کے عہد میں حاصل ہوئی اس لیے تاریخی اعتبار سے امام شعبہ بن الحجاجؒ ۸۰ھ تا ۱۶۰ھ کا نام سرفہرست ہے، آپ جرح وتعدیل کے امام اول ہیں، یحییٰ بن سعید القطانؒ، عبدالرحمٰن بن مہدیؒ اور ایک جماعت نے جرح وتعدیل کا فن ان ہی سے سیکھا۔ امام شعبہؒ پہلے شخص ہیں جنہوں نے راویانِ حدیث کے ترک وقبول کے متعلق اپنے اصولوں کی وضاحت کی ہے۔ مثلاً

تابعین کے عہد میں راوی کے ترک وقبول کا ایک بنیادی معیار اس کے عقائد تھے اہل السنۃ واہل الحدیث کی

روایات معتبر سمجھی جاتی تھیں اور اہل بدعت یا اہل ھویٰ غیر معتبر قرار دیئے جاتے تھے۔امام شعبہؒ نے اس اصول میں ترمیم اور تبدیلی کی انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ عقائد سے زیادہ راوی کے بارے میں دیکھنا چاہیے کہ وہ روایت حدیث میں کیسا ہے۔اگر وہ علم والا اور بات کا سچا ہے تو اس کا قدریہ یا مرجئیہ ہونے کے باوجود اس کی روایات کو قبول کیا جائے گا۔مثال:

امام عبدالرحمٰن بقیہؒ کہتے ہیں:

"قلت لشعبة: لم ترى عن حماد بن أبى سليمان۔ وكان مرجئيا؟ قال كان صدوق اللسان۔" (۲۲)

''میں نے امام شعبہؒ سے کہا آپ حماد بن ابی سلمان سے کیوں روایت کرتے ہیں وہ تو مرجئ تھا؟ انہوں نے کہا وہ زبان کا سچا تھا۔''

امام شعبہؒ نے جن امور یا اوصاف کی بناء پر کسی راوی کو ترک کیا ہے انہیں مختصراً اس طرح بیان کیا جاتا ہے۔

۱۔ وہ منکر الحدیث ہو۔کثیر الغلط ہو۔متہم بالکذب ہو۔واضح غلطی پر اصرار کرتا ہو۔

امام شعبہ بن الحجاجؒ کے مستعمل کلمات جرح وتعدیل یہ ہیں۔

محمد بن اسحاق، امیر المومنین فی الحدیث:

"كان ثقه، كان شيئا عجباً، هارون الأعود من خيار المسلمين ذلك صدق اللسان، سعيد بن بشير، حدثنا عطاء الخراسانى وكان نسياً۔"

جب کوئی ایسی حدیث روایت کرے جس کے غلط ہونے پر اتفاق ہو مگر وہ اسے چھوڑنے پر تیار نہ ہو تو اس کی حدیث ترک کر دی جائے گی۔فرماتے ہیں:

''اگر مجھے کسی کی پاسداری کرنی ہوتی تو ہشام بن حسان کی کرتا کہ وہ میرے بہنوئی تھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کا حافظہ اچھا نہیں۔'' (۲۳)

علامہ خطیب بغدادیؒ (م-۴۶۳ھ) کا موقف ومنہج:

علامہ خطیب بغدادیؒ الکفایہ فی علم الروایۃ میں ایک عنوان قائم کرتے ہیں۔

"باب ماجاء فى أن الحديث عن رسول اللهﷺ لا يقبل الله عن ثقة۔" (۲۴)

اس عنوان کے تحت فرماتے ہیں:

عقبہ بن نافع قرشی نے اپنی اولاد کو وصیت کی تھی۔

"اوصیکم بثلاث، لا تأخذوا لحديث عن رسول اللهﷺ الا من ثقةٍ۔"(۲۵)

سعد بن ابراہیم فرماتے ہیں:

"لا يحدث عن رسول اللهﷺ الا الثقات۔"(۲۶)

اسی طرح علامہ خطیب بغدادیؒ نے غیر اثبات کی مزمت کے لیے عنوان اس طرح قائم کیا۔

"ذم الروايات عن غير الأثبات۔" (۲۷)

اس کے نیچے درج ذیل روایات بیان فرمائیں۔

امام مجاہدؒ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"هلك أمتى بالعصبية والقدرية والرواية عن غير ثبت۔" (۲۸)

اسی طرح والروایۃ عن غیر ثقہ کے الفاظ بیان فرمائے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی روایت کی صحت اور اس کا مقام و مرتبہ متعین کرنے کے لیے اس کے رواۃ کے کوائف واحوال کی مکمل معرفت کا حاصل کرنا انتہائی ناگزیر ہے۔ خطیب بغدادیؒ نے الکفایہ میں حدیث کے راویوں کے کوائف واحوال جاننے کے لیے چھان بین کرنا واجب قرار دیتے ہوئے ایک باب یوں مقرر کیا ہے۔

"باب وجوب البحث والسؤال للكشف عن الأمور والأحوال۔"(۲۹)

راوی کی عدالت کے بارے میں خطیب بغدادی نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ راوی کی عدالت فرد واحد کی شہادت سے بھی ثابت ہو جاتی ہے۔ حافظ ابن صلاحؒ فرماتے ہیں:

"والصحيح الذى اختاره الخطيب وغيره أنه يثبت فى الرواية بواحد لأن العدد لم يشترط فى قبول الخبر فلم يشترط فى جرح راويه وتعديل بخلاف الشهادة۔" (۳۰)

''صحیح مذہب وہ ہے جسے خطیب بغدادی وغیرہ نے اختیار کیا ہے کہ روایت فرد واحد کے ساتھ بھی (عدالت) ثابت ہو جاتی ہے کیونکہ قبول خبر کے سلسلے میں میں عدد مشروط نہیں لہذا راوی کی جرح وتعدیل میں یہ شرط نہیں لگائی جائے گی برخلاف شہادت کے۔''

خطیب بغدادی نے فرمایا:

" ويدل على ذلك أنه قد ثبت وجوب العمل يخبر الوحد فوجب لذلك أن يقبل فى تعديله واحد۔" (۳۱)

''اس مؤقف کی دلیل یہ بات بھی ہے کہ یقیناً خبر واحد پر عمل کا وجوب ثابت ہے لہذا یہ بھی واجب

ہوا کہ راوی کی تعدیل میں ایک شخص کی گواہی قبول کی جائیگی۔''

مزید فرماتے ہیں:

یہ ضروری ہے کہ جس خبر کے ساتھ حکم ثابت ہوتا ہے اس میں اس خبر سے زیادہ قوت ہو جس کے ساتھ وہ صفت ثابت ہوتی ہے جس کے ثبوت سے حکم واجب ہوتا ہے۔

یعنی تعدیل شاہد تعدیل راوی سے زیادہ قوی ہونی چاہیے اور وہ اس طرح ہوگی کہ تعدیل شاہد کے لیے کم ازکم دو افراد اور تعدیل راوی کے لیے کم ازکم ایک فرد کی شہادت کافی قرار دی جائے۔

امام محمد بن حسن شیبانیؒ کا منہج واسلوب:

امام محمد بن حسن شیبانیؒ بڑے مشہور محدث وفقیہ ہیں اور امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں میں بڑا بلند نمایاں مقام رکھتے ہیں امام صاحبؒ کے نوے فیصد اجتہادات انہوں نے ہی مدون کیے ہیں اور امام محمدؒ نے ابتدائی کتب اپنے ہم درس امام ابو یوسفؒ سے پڑھیں کیونکہ امام ابو یوسفؒ کی عمر زیادہ تھی جب امام ابوحنیفہؒ کا انتقال ہوا تو ان کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ بعد میں امام ابو یوسف کوفہ کے چیف جسٹس بن گئے اسی دوران ان کے درمیان کسی بات پر غلط فہمی پیدا ہوگئی لیکن اس کے باوجود امام محمدؒ جب کسی روایت میں امام ابو یوسفؒ کا حوالہ دیتے ہیں تو اس میں غلط فہمی یا بدمزگی کے باوجود امام ابو یوسفؒ کا پورا احترام ملحوظ رکھتے ہیں اگرچہ اس بشری بدمزگی کی وجہ سے امام ابویوسفؒ کا نام نہیں لیتے جرح وتعدیل میں وہ ان کے بارے میں یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

حدثنی من اوثق فی دینه وامانته مجھ سے اس شخص نے بیان کیا جس کے دین اور امانت پر مجھے پورا اعتماد ہے۔

حدثنی اثقة، حدثنی الثبت، حدثنی الحجة الثقة۔ (۳۲)

مجھ سے ایسے راوی نے بیان کیا جو حجت ہے ثبت ہے اور ثقہ ہے۔

امام محمد بن ابی السری جرح وتعدیل کے بڑے امام تھے انہوں نے اپنے بھائی حسین بن ابی السری کے بارے میں فرمایا:

" لا تکتبوا عن أخی فانه کذاب۔" (۳۳)

''میرے بھائی سے روایت نہ کریں اس لیے کہ وہ جھوٹا ہے۔''

امام عبدالرحمٰن بن مہدیؒ (م-۱۹۸ھ) نے فرمایا: تین آدمیوں سے حدیث نہ لی جائے۔

۱۔ جس پر جھوٹ کی تہمت ہو۔

۲۔ ایسا بدعتی جو اپنی بدعت کی طرف دعوت دے۔

۳۔ ایسا شخص جس پر وہم اور غلطی غالب ہو۔

امام عبداللہ بن مبارکؒ (م-۱۸۱ھ) نے فرمایا چار آدمیوں سے حدیث نقل نہ کی جائے۔

ا۔ بہت زیادہ غلطیاں کرنے والا جو رجوع نہ کرے۔

۲۔ بہت زیادہ جھوٹ بولنے والا۔

۳۔ بدعتی جو اپنی بدعت کی طرف بلائے۔ ایسا شخص جو حدیث حفظ نہ کرے مگر اپنے حافظے سے حدیث بیان کرے۔(۳۴)

یحییٰ بن معینؒ (م-۲۳۳ھ):

امام یحییٰ بن معینؒ صحابہ کرامؓ کے بعد محدثین کے اونچے درجے پر شمار ہوتے ہیں اپنے زمانے کے امیر المومنین فی الحدیث کہلائے، فرماتے تھے: جب تک مجھے کوئی حدیث تیس طرق اسناد سے نہ مل جائے میں اپنے آپ کو یتیم سمجھتا ہوں:

"یجب أن یکون الراوی وقت الاداء مسلماً۔" (۳۵)

''روایت آگے پہنچاتے وقت راوی کا مسلمان ہونا واجب ہے۔''

امام ابن یحییٰ بن معین ''لیس بشیءٍ'' کے الفاظ سے جرح کرتے ہیں۔ اس سے مراد کبھی تو راوی کی احادیث کی قلت بتانا مقصود ہوتا ہے اور کبھی اس سے شدید جرح مراد ہوتی ہے۔ مثلاً

''الواقدی ''لیس بشیءٍ'' واقدی کی کوئی حیثیت نہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ (م-۲۴۱ھ):

امام احمد بن حنبلؒ (م۲۴۱ھ) بلند درجہ کے ائمہ متقدمین شمار ہوتے ہیں اور توثیق میں اعتدال پسند جبکہ جراح میں منصف مزاج ائمہ میں شامل تھے۔ مثال:

امام احمد بن حنبلؒ سے اسحاق بن راہویہ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا:

"مثل اسحاق یسئل عنه اسحاق عندنا امام من ائمة المسلمین۔" (۳۶)

''اسحاق جیسے شخص کے بارے میں پوچھا جا رہا ہے اسحٰق تو ہمارے نزدیک مسلمانوں کے امام ہیں۔''

"ھو کذاب، لقلب الاحادیث او یرکب الأسناد" (۳۷)

''احادیث میں ردو بدل کرتا تھا یا اسانید گھڑتا تھا۔''

علامہ محمد جمال الدین قاسمیؒ نے ضعفاء پر جرح کو نصیحت سے تعبیر کیا ہے چنانچہ ایک باب یوں قائم کیا ہے۔

"بيان أن جرح الضعفاء من النصيحة۔" (۳۸)

امام علی بن المدینیؒ (م-۲۳۴ھ) کا منہج:

علی بن المدینی جو ایک علیٰ درجے کے محدث ماہرفن امیر المحدثین فی الحدیث امام بخاریؒ کے استاذ تھے آپ کو''اعلم الناس بحدیث رسول اللہ ﷺ'' کیا گیا۔ جب ان کے والد کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے بلا تأمل فرمایا:

"هو الدين، انه ضعيف، یہ ہے دین کہ وہ ضعیف ہیں۔"

واقعہ یہ ہے کہ علم حدیث کی اصطلاح میں ضعیف ہیں۔

واقدی کے بارے میں فرماتے ہیں:

''الواقدی یضع الحدیث، واقدی حدیثیں گھڑتا ہے۔'' (۳۹)

جرح وتعدیل اور امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاریؒ (م-۲۵۶ھ) کا منہج واسلوب:

محمد بن اسماعیل البخاری، ائمہ فن ابن معین، ابن المدینی، احمد بن حنبل کے تلامذہ میں ممتاز ہیں ''التاریخ الکبیر'' فن رجال پر امام بخاری کے علمی تبحر اور وسیع مطالعہ پر مہر تصدیق ثبت کرتی ہے۔ یہ کتاب حروف تہجی کی ترتیب سے ہے سب سے پہلے انہوں نے ان راویوں کا ذکر کیا ہے جن کا نام ''محمد'' ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اس کا آغاز خاتم الانبیاء ﷺ کے نام مبارک سے کیا ہے۔اس کے علاوہ امام صاحب کی اس فن پر دو اور کتابیں، التاریخ الاوسط اور التاریخ الصغیر ہیں۔

آپ کا شمار توثیق میں اعتدال اور جرح میں انصاف پسند لوگوں میں ہوتا ہے۔امام صاحب مجرح راویوں کے متعلق جو الفاظ استعمال کرتے ہیں وہ یہ ہیں۔

تركوه، سكتوا عنه، فيه نظر

مثلا واقدی کے بارے میں فرماتے ہیں:

"محمد بن عمر الواقدی ابوعبيد الله الاسلمی مدنی قاضی بغداد تركوه۔" (۴۰)

سکتوا عنہ کے الفاظ سے بھی جرح کرتے ہیں۔''

امام بخاریؒ کی جرح سکتوا عنہ کے بارے میں امام ذہبیؒ فرماتے ہیں:

"قال البخاری سكتوا عنه ظاهرها انهم ما تعرضوا الجرح ولا تعديل وعلمنا مقصد بها بالاستقراء انها بمعنى تركوه" (۴۱)

''امام بخاریؒ کے سکتوا عنہ کہنے سے ظاہر طور پر تو یوں لگتا ہے کہ وہ اس راوی کی جرح وتعدیل کے درپے نہیں ہوئے جبکہ ہم نے مکمل مطالعے کے بعد ان کا مقصد یہ سمجھا ہے کہ وہ ترکوا کے معنی میں ہے۔''

ابن کثیرؒ سکتوا عنہ کی وضاحت کرتے ہیں:

"البخاری اذا قال فی الرجل "سکتوا عنہ" او فیہ نظر فانہ یکون فی ادنی المنازل والادئھا عند لکنہ لطیف العبارۃ فی التجریح۔" (۴۲)

''امام بخاریؒ جب کسی آدمی کے بارے میں ''سکتوا عنہ'' یا فیہ نظر کہیں تو وہ شخص ان کے نزدیک انتہائی کمزور اور ردی مقام پر ہوگا کیونکہ وہ جرح میں لطیف عبارت استعمال کرتے ہیں۔''

امام صاحبؒ جن راویوں کے متعلق یہ الفاظ فرما دیں وہ سارے راوی متروک یا متہم ہیں ایسے راوی میں جن کے بارے میں امام صاحب نے جرح کی ہے اور ان کے متعلق ''فیہ نظر'' فرمایا۔

خلاصۂ بحث:

حدیث مبارکہ شریعت کے دو بنیادی ماخذ میں سے ایک ماٴخذ ہے لہذا احتیاط کا تقاضا ہے کہ ہر وہ چیز جیسے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر کے پیش کیا جائے اسے یونہی بلاتحقیق جزو دین کے طور پر قبول نہ کیا جائے۔ بلکہ ایسی جو چیز بھی حدیث کے نام پر ہم تک پہنچے اس کے متعلق مکمل طور پر چھان بین کر کے پہلے یہ یقین واطمینان کر لینا ضروری ہے کہ آیا وہ خبر قابل اعتماد بھی ہے یا نہیں؟ راویوں کے بارے میں اسی تحقیق کو ہم نے جرح وتعدیل کا نام دیا ہے۔ اور اس کا سہرا اس امت کے محدثین کرام کے سر ہے۔ جنہوں نے جرح وتعدیل کے قوانین وضع کیے رواۃ حدیث کے درجات متعین کیے اور ایک لاکھ کے قریب اشخاص کے حالات زندگی عرق ریزی کے ساتھ مرتب کیے۔ یہ امت مسلمہ کا ایسا عظیم علمی کارنامہ ہے کہ اقوام عالم میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ ان میں سے امام شعبہ بن الحجاجؒ، یحییٰ بن سعیدؒ، امام احمد بن حنبلؒ، یحییٰ بن معینؒ، امام بخاریؒ درجہ امامت پر فائز ہیں۔ اس علم کا آغاز عہد نبوی ﷺ سے ہوتا ہے اس کی مثالیں صحابہ کرامؓ کے ہی کے دور سے ملتی ہیں امام نوویؒ نے صحابہ کرامؓ کے عدول ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔ صحابہ کرامؓ پر جرح نہیں ہوسکتی۔ کتب حدیث میں ایسے متعدد مقامات آتے ہیں جہاں ایک صحابی نے دوسرے صحابی کی سیر ونسیان یا غلط فہمی کی نشاندہی کی۔ بہتر ہوگا کہ احترام کے پیش نظر ہم ان کو استدراکات وتعقبات صحابہ کرامؓ سے تعبیر کریں۔

جرح وتعدیل کے بارے میں حسن ظن سے کام نہیں لینا چاہیے یہ جو آتا ہے کہ حسن ظن سے کام لو سوئے ظن سے کام مت لو:

اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا

اور

اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ

ان اصولوں کا اطلاق علم حدیث پر نہیں ہوتا یہ دین کی ثقاہت کا معاملہ ہے اس میں یہ خطرہ نہیں لیا جا سکتا کہ ہم حسن ظن سے کام لیتے ہوئے کسی کو نیکوکار سمجھ لیں اور اس کو سچا سمجھ لیں اس میں انتہائی تحقیق سے کام لینا ہوگا۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) محمد مرتضی، الحسینی، تاج العروس، دار الفکر للطباعۃ والنشر، والتوزیع،۱۹۹۴ء،۳۲۷/۶؛ اساس البلاغہ،ص ۸۸

(۲) ابن منظور، لسان العرب، دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان،۱۹۸۸ء،۴۲۲/۲

(۳) اسماعیل بن حماد والجوہری، الصحاح، دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان،۱۹۹۹ء،۱۷۶۱/۵

(۴) لسان العرب،۴۳۰/۱۱

(۵) الحطۃ فی ذکر صحاح الستہ، نواب صدیق حسن خان، ابجد العلوم،۸۹۲/۱

(۶) حاجی خلیفہ، کشف الظنون، مکتبہ المثنی بغداد،،۵۸۲/۱

(۷) مقدمہ منہاج الصالحین،۴۰

(۸) الحجرات:۶

(۹) الخازن، علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم، البغدادی، تفسیر الخازن، دار الکتب العلمیۃ،۲۲۲/۶

(۱۰) مولانا عبدالرحمٰن کیلانی، تیسیر القرآن، مکتبہ السلام سٹریٹ ۲۰ وسن پورہ لاہور، محرم الحرام ۱۴۳۲ھ،۴۶۱/۳

(۱۱) صحیح البخاری،۲۸۰/۲

(۱۲) صحیح مسلم مع شرح النووی، ۱/۱۲۳
(۱۳) تدریب الراوی، ۲/۳۶۹
(۱۴) شرح مسلم، ۱/۱۲۴
(۱۵) ابن الصلاح، ابوعمر، معرفۃ علوم الحدیث، ۵۲، دار الفکر، دمشق، ۱۹۸۴ء
(۱۶) مقدمہ الکامل فی الضعفاء، ۸۳
(۱۷) مقدمہ ابن الصلاح، ۳۸۹؛ تدریب الراوی، ۲/۳۶۹
(۱۸) مقدمہ شرح مسلم، ۱/۶؛ فتح الملہم، ۱/۱۲۱
(۱۹) الرامہرمزا قاضی الحسن بن عبد الرحمٰن، المحدث الفاصل بین الراوی والواعی، ص ۴۰۳؛ الخطیب البغدادی، ابوبکر احمد بن علی، الکفایہ فی علم الروایۃ، المکتبہ العلمیہ، بیروت، ص ۱۱۴
(۲۰) ابن حجر عسقلانی، نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر، فاروقی کتب خانہ، ملتان، ص ۲۱۷
(۲۱) تحذیر الخواص، ۱۱۵
(۲۲) مقدمہ الجرح وتعدیل، ۱۲۶
(۲۳) الکفایہ فی علم الروایۃ، ص ۱۷۸
(۲۴) ایضا
(۲۵) ایضا
(۲۶) ایضا
(۲۷) کتاب المجروحین، ۱/۵۲؛ المحدث الفاصل، ۴۱۰
(۲۸) الکفایہ فی علم الروایۃ، ۳۲
(۲۹) الکفایہ فی علم الروایۃ، ۳۲
(۳۰) مقدمہ ابن الصلاح، ۱۷۰
(۳۱) الکفایۃ فی علم الروایۃ، ۱۶۵
(۳۲) الکفایۃ فی علم الروایۃ، ۲/۳۸
(۳۳) الذہبی، شمس الدین، محمد بن احمد بن عثمان، السیر اعلام النبلاء، ۱۱/۴۸، مؤسسہ الرسالہ، بیروت، ۱۳۵۲ھ، ۱۹۶۲ء
(۳۴) ابن رجب الحنبلی، عبد الرحمٰن بن أحمد، شرح علل الترمذی، تحقیق ہمام عبد الرحیم، سعید مکتبۃ المنار، اردن، ۱۴۰۷، ۱۹۸۷م، ص ۱۲۲
(۳۵) المحدث الفاصل بین الراوی والواعی، ص ۴۰۳؛ الکفایہ فی علم الروایۃ، ۱۱۶

(۳۶) الکفایہ فی علم الروایۃ،۱۱۸
(۳۷) الکفایہ فی علم الروایۃ ۱۱۸
(۳۸) القاسمی محمد جمال الدین،قواعد التحدیث من فنون مصطلح الحدیث،دار الکتاب العلمیہ ،ص ۱۸۸
(۳۹) سیر الأعلام النبلاء،۴۶/۱۱
(۴۰) الکفایۃ فی علم الروایۃ،۱۶۰
(۴۱) البخاری،محمد بن اسماعیل، التاریخ الصغیر، المکتبۃ العلمیۃ ، بیروت، ۱۳۶۹ھ،۲۲۱/۱
(۴۲) سیر أعلاء النبلاء،۴۵۴/۹ ؛ تاریخ الکبیر،۱۶۸/۱؛ضوابط الجرح والتعدیل،عبدالعزیز بن ابراہیم،۱۵۰
(۴۳) احمد شاکر، الباعث الحثیث ، دار التراث القاہرہ، ۱۳۹۹ھ،۱۰۷

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆